رجسٹرڈ ایل نمبر ۵

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی

۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

الحکم

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ۔۔۔ صہ/
۲- خواص و معاونین سے ۔۔۔ عہ
۳- ہندوستان سے باہر ۔۔۔ ے
۴- غیر مذاہب والوں سے ۔۔۔ ے
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔۔۔ ۶/

نوٹ

علم کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ذیل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

چھپ کر ہر ماہ گرامی چھاپہ خانہ قادیان میں ۔ دوا ہمیں شفاخانہ غرض دارالامان میں

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۶ ۔ قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء مطابق ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ ۔ جلد ۱۲

قرآن مجید کا ترجمہ اور اسکی اشاعت

اے بیخبر بخدمت قرآن کمر ببند
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

قرآن مجید کے ترجمہ اور اسکی اشاعت کے متعلق میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ اسپر سرپرستانِ الحکم کی طرف سے جو جواب اس وقت تک مجھے دیگیا ہے اگرچہ وہ امید افزا ضرور ہے مگر میں اسے تسلی بخش کہنے میں مضایقہ کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ابتک صرف ۲۵ درخواستیں آئی ہیں۔ اتنی درخواستیں کسی صورت اور حالت میں مجھے آمادہ نہیں کرسکتی ہیں کہ میں اس بوجھ کے اٹھانے کی جرأت کروں جس کے لئے روپیہ جیسے جر ثقیل کے عمل کی حاجت ہے درخواستوں کی کمی میں اس امر پر محمول نہیں کرسکتا کہ قوم اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتی یا وہ اس مقصد میں مدد دینے کے لئے آمادہ نہیں بلکہ میں اس کا باعث یہ سمجھتا ہوں کہ دراصل قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت کا ایک سہ زیادہ مرتبہ اشتہار ہوا۔ اور احباب سے ایکمرتبہ روپیہ بھی لیا گیا گر بعد میں وہ روپیہ واپس کرنا پڑا۔ اور اس بنا پر یہ تحریک بھی نرا اشتہار ہی سمجھا جاتا ہے اور لوگ منتظر ہیں کہ کام شروع ہوجائے تو وہ اپنا دست امداد دراز کریں۔ میں پورے طور پر مطمئن ہوں کہ کام شروع ہونے پر قوم کیطرف سے انشاء اللہ پوری قدردانی ہوگی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کام کو شروع کرنے کی کیا صورت اختیار کیجاوے۔ چودہری رستم علی صاحب (جن کو قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت کے لئے خاص جوش اور تڑپ ہے) نے لکھا ہے کہ جہانتک ممکن ہو حمایل کے ہدیہ کو بہت ہی کم رکھا جاوے۔ اور اس مقصد کے لئے سرمایہ جمع کرنے کے واسطے حضرت حکیم الامۃ کی اجازت سے اعلان کیا جاوے کہ سو سو روپیہ یا پچاس پچاس روپیہ کے حصص مقرر کئے جاویں اور سو پچاس آدمی ملکر اس کام کو چلایا کریں۔ ہاں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حمایل شریف نہایت احتیاط اور صفائی کے ساتھ طبع ہو اسکی صحت اور درستی چھاپہ کا پورا التزام رکھا جاوے۔ اور ترجمہ بہرحال حضرت حکیم الامۃ کا ہو۔ چودہری صاحب کی تجویز فراہمی سرمایہ کے لئے بہت معقول ہے میں نے حضرت حکیم الامۃ سے اس امر کا تذکرہ کیا ہے وہ اپنی ذمہ واری پر کوئی روپیہ لینا نہیں چاہتے اور نہ قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت کے متعلق کوئی دخل بجز ترجمہ یا نوٹوں اور دوسری خدمت کے جو قرآن مجید کی ہوسکتی ہے دینا پسند کرتے ہیں۔ جو لوگ حضرت حکیم الامۃ کے مزاج سے واقف نہیں وہ شاید ان باتوں کو سمجھ بھی نہ سکیں مگر حقیقت الامر یہ ہے کہ آپ کی زندگی اس سے بدرجہا بہتر اور نافع الناس کاموں کے لئے وقف ہے دنیا اور اس کے کاروباری سلسلہ سے آپ کو قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ اگر ان کے ہاتھ زبان مال اور علم سے نوع انسان کے کسی فرد کو کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے تو فائدہ پہونچاویں۔

میں نے جب سرمایہ کے مشکلات کا ذکر کیا تو فرمایا پھر مجھ سے لے لو (جزاہ اللہ احسن الجزا)

بہرحال جو لوگ ترجمہ کے لئے بہت زور دے رہے ہیں انہیں اس سوال کو بلطو خود سوچ لینا چاہیے۔ حضرت حکیم الامۃ نے یہ بھی فرمایا کہ پھر ایک ایک سپارہ شایع کرتے جاؤ۔ میری اپنی رائے میں کم از کم تین تین سپارہ شایع ہوں تو بہتر اور زیادہ موزون ہوسکتا ہے۔ بہرحال مولوی صاحب ممدوح اس کام کے سرمایہ کے متعلق کوئی رائے دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ اگر میں اس حمایل کے چھاپنے کے لئے تہیہ کروں تو ہر قسم کی مدد دینے کے لئے خدا کے فضل سے موجود ہیں۔

پس اب یہ سوال پھر عالی ہمت اصحاب کے سامنے ہے یہ کام انشاء اللہ ہر طرح مفید اور بابرکت ہے قرآن مجید اور اس کے ترجمہ کی اشاعت خدمت دین کے پہلے کے عزم ہی ہو تو نور علیٰ نور ہے ورنہ جن ہندو دلی نے بھی قرآن مجید چھاپے ہیں انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے ہماری قوم کیلئے ضروری ہے کہ حضرت حکیم الامۃ کا ترجمہ انکی زندگی میں (خدا کرے وہ خدمت دین میں دراز ہو) شایع ہوجائے اور اب یہ وقت ہے یہ کام ایک شخص کے کرنیکا نہیں بہتوں کے ملنے سے ہوسکتا ہے وہ لوگ جو اس سے پہلے ہزاروں روپیہ اسپر خرچ کرنیکو طیار تھے کیوں خاموش ہیں۔ اگر کوئی امر فیصل نہوا تو پھر یہ سعی کیجائیگی کہ ایک ایک یا تین تین سپارہ شایع کئے جائیں آئندہ جو خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا ہو رہے گا اس تحریک کے متعلق آخری فیصلہ جنوری کے آخری پرچہ میں شایع کرکے کام شروع کردیا جائیگا (انشاء اللہ تعالیٰ بحولہ وبقوتہ) بالآخر حضرت حکیم الامۃ بھی تین تین

آ ہی سکینگے۔ کیا ان کے لئے کوئی کھڑکی کھلی ہے؟ اسکو نے بظاہر یہ ڈھکوسلا ہم پیش کر دیا کرتے تھے۔ کہ وہ نبی بنکر نہیں آوینگے بلکہ نبوت کو بالائے طاق رکھکر اور امتی بنکر آوینگے۔ مگر یہ نہ سوچتے تھے کہ یہ کیوں؟ سبب کیا؟ قصور کیا؟ کیا عہدہ نبوت زبردستی چھین لیا جاویگا۔ اور کچھ قصور ظاہر نہیں کیا جاویگا۔ اس کے لئے بظاہر پیچھا چھڑانے کے لئے یہ حیلہ تراشا کرتے تھے۔ کہ میاں! آنحضرت صلعم کے امتی ہونے کے لئے عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام وغیرہ نے خواہش کی ہے اس لئے ایسا ہوگا۔ مگر یہ نہ سوچتے تھے! اور نہ کوئی ایسے اعتراض کرنے والے سے کبھی ٹاکرا (مقابلہ) ہوا کہ یہ خواہش یہ تو ظاہر نہیں کرتی کہ بلا قصور ایک سے ایک عہدہ چھین لیا جاوے اور وہ جو جوانی کی حالت میں مخدوم تھا۔ بڑھاپے کی حالت میں اس کے یہ دُرگت ہو۔ کہ وہ خادم بنے اور در بدر خاک چھانتا ہوا اور سؤروں کو مارتا اور صلیبوں کو توڑتا پھرے پھر طرفہ یہ کہ اس بڑھاپے کی حالت میں بھی اسپر ایک رقیب مہدی موعود جس کے حکم سے اس کو یک سر مو فرق نہیں کرنا ضروری ہے۔ مگر ہماری سمجھ یہ بات ہرگز نہ آتی تھی۔ کہ ایسی حالت بیچارے کی کیوں کی جاوے گی اور کیوں اسکو ڈاکٹ آنحضرت صلعم کی کمان کی نیچے نہ رکھا جاویگا۔ کیا ضرورت ہے کہ ایسا شخص جو ایک وقت میں نبی جیسے جلیل القدر عہدے سے سرفراز تھا۔ ایک وقت ایسا اسپر آوے کہ نبوت بھی چھینی جاوے اور ایک دوسرے نبی کا خادم بنایا جاوے اور اسپر طرہ یہ کہ اوس نبی کے ایک خادم کا ماتحت بناکر اس سے ایسی حالت میں جو دو ہزار برس سے عمر اسکی زیادہ ہو چکی ہو! اور پیر فرتوت بن گیا ہو۔ ایسا کام لیا جاوے کہ جسکو کرنے کے لایق انصافاً وہ نہ ہووے۔ ہمارے خیال میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ یہود اور نصاریٰ کے علاوہ ایک طرح پر ان مسلمانوں نے بھی دشمنی کی ہے یہود اور نصاریٰ کی دشمنی تو ناظرین پر ظاہر ہی ہوگی یعنی یہود کی تو کھلم کھلا! اور نصاریٰ کی دوستی کی پیرا یہ میں کہ اول ان کو یہانتک برگزیدہ بنایا۔ کہ خدا اور خدا کا بچہ گروانا اور گھٹایا یہانتک کہ ان کو صلیبی موت کے ذریعہ مرنے کا اقرار کرکے اونکے ملعون ہونے کا اقرار کیا! اور یہ ایسی دشمنی ہے جو آخری دم کی دشمنی کہنی چاہئیے۔ وجہ یہ کہ اسکے بعد بقول انکے عیسیٰ علیہ السلام بہت جلد آسمان پر جاتے رہے۔ رہے مسلمان تو انہوں نے پہلو تو یہانتک ان کی محبت کا دم مارا کہ انکے بدن پر زخم لگنے کو بھی باعث خرابی اور شرم یقینی کرکے یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ وہ صلیب پر نہ تو ٹانگے گئے! اور نہ صلیب پر ٹانگنے سے انکو زخم وغیرہ آئے بلکہ انہوں نے صلیب کو دیکھا تک نہیں اور سیدھے آسمان پر جا براجے بظاہر تو یہ بڑی محبت کا دم مارنا ہے کہ اپنے رفیق کا وہ زخمی ہونا بھی گوارا نہیں کرتے مگر آخر میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دم واپسین ہوگا اسکو نسبت یہ حضرات خیال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ بلا قصور نبوت کے عہدے سے معزول کئے جاوینگے۔ نہ صرف یہی بلکہ ایک امتی کی ماتحت اس کا حکم مانکر اور بہت کچھ دکھ اور تکالیف سہہ کر اس جہان سے گذر جینگے۔ مگر یہ خیال کرنے سے کوسوں دور ہیں کہ بلا قصور نبوت کا عہدہ کیوں چھینا جاویگا۔ آخر اس کا کچھ نہ کچھ سبب بھی تو ہونا چاہیے تھا۔ نہ یوں ہی اندھا دھند کارروائی کرنا۔ خدا تعالیٰ کے کام بیشک حکمت سے ہوتے ہیں۔ مگر ہم کو دنیا کی ہسٹری میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا۔ کہ کسی شخص کو نبوت کا عہدہ دیکر پھر اس سے زبردستی یہ عہدہ بلا قصور چھینا گیا ہو! اور اس کو ایک نبی کا امتی بناکر اس نبی کے ایک امتی کے نیچے رکھا گیا ہو۔ اس عقیدہ پر باوجود ایسی ایسی زد میں پڑنے کے ہم آنکھیں بند کئے ہوئے تھے! اور ایسے نامعقول عقیدہ میں جس میں ایک خدا کی پیارے نبی کی حیرتگا تو ہین لازم آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو جابر اور ظالم ٹھہراتا ہے۔ ہم خوش مگن تھے۔

ان اعتقادات کے وقت میں جو ہم مسیح موعود علیہ السلام قبلہ کے ماننے سے پہلے رکھتے تھے ہمارے زندگی کے ایام میں ہم پر ایک وہ وقت بھی آیا ہے کہ جب ہمارے سامنے اسمان کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ظاہر کیا گیا کہ آسمان کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ اوپر جو نیلا نیلا نظر آتا ہے۔ وہ ہماری آنکھوں کی کمزوری ہمکو مغالطہ میں ڈالکر آسمان کے یقین کا ڈھکوسلا ہمارے دل میں جماتی ہے۔ اسپر اعتقاد ہم خواہ کسی حالت میں ہوں مگر بظاہر یہ اعتقاد کے لئے تباہ کن مواد اکٹھا کرتا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں اور کسی خاص وقت اوترینگے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ کسی ایسے صاحب کے پاس ہونے تحقیقات کے ذریعہ آسمان کے وجود کو کالعدم یقین کر چکے ہوں بیان کرنا ضرور مضحکہ خیز سا ہو گیا تھا! اور اس امر کے ثابت کرنے کے لئے گویا ہمارے منطق کا قافیہ تنگ ہو گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے وقت میں ہماری عقل ٹھوکریں کھانے لگی تھی۔ اور کوئی آڑ میں تلاش کرنے۔ مگر یہ معاملہ ایسا مشکل آپڑا تھا۔ کہ ہم اسلام کی خوبی کے قایل ہوتے ہوئے ایسے اعتقاد کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھے ہیں ضرور پیچ و تاب میں پڑ جانے کے قابل ہو گئے تھے۔ کیونکہ جب آسمان ہی کوئی شے نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہم کیا بیان کریں اور کیونکر ان کو حواس کے منکر ہی سمجھا دیں۔ کہ وہ کہاں گئے اور پھر ایسے آوینگے۔ کہیں فضا میں غائب تو نہیں ہو گئے۔ یا کچھ اور بھی اس سوال کے حل کرنے کی کلید ہو سکتی ہے!۔

خاکسار محمد حسین از لاہور

باقی آئندہ۔

خدا تعالیٰ کی تازہ وحی

یکم جنوری ۱۹۰۸ء

دبدبۂ خسروی ام شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

(۲) اِنّی معک اینما تذھب وتسیر

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو جاوے اور سیر کرے

۲ر جنوری ۱۹۰۸ء۔ انی معک و مع اھلک

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کیساتھ ہوں

۲۔ انی معک فی کل حال۔ وعند کل مقال

ترجمہ میں تیرے ساتھ ہوں ہر حال میں اور ہر ایک گفتگو میں

۳۔ انی معک فی کل موطن۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں ہر ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور فتح قریب ہے۔

۴۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون

ترجمہ۔ اور وہ غلبہ کے بعد عنقریب مغلوب ہونگے۔

۵۔ وامّا نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینّک

ترجمہ۔ اور یا تو ہم تجھے بعض وہ باتیں دکھاوینگے جو وعدہ کئے گئے ہیں۔ یا تجھے وفات دینگے۔

۶۔ نصرکم اللہ نصرًا مؤزّرًا!

ترجمہ۔ مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری مویدانہ مدد

۷۔ انی معک یا ابراھیم

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم۔

۱۸ر جنوری ۱۹۰۸ء۔ یہ پیشگوئی کی آخری حد ہے

وہ وعدہ ٹلیگا نہیں جبتک
خونکی ندیاں چاروں طرف سے بہ نہ جائیں

۱۹ر جنوری ۱۹۰۸ء انی معک و مع اھلک ھٰذہ

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کو ساتھ ہوں جو یہ ہے۔

۵ر جنوری ۱۹۰۸ء۔ مرحوم امیر خان کی بیوہ جس دن اس کا خاوند فوت ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس بیوہ کی پیشانی پر ۵ یا ۶ یا ۷ کا عدد لکھا ہوا ہے میں نے وہ مٹا دیا اور اسکی جگہ اسکی پیشانی پر ۶ کا عدد لکھدیا ہے

۱۲ر جنوری ۱۹۰۸ء۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا

ترجمہ وہ ملعون ہیں جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جاوینگے

۲۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔

ترجمہ تحقیق صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں سے ہیں۔

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ست بچن ۱۰؍ - آریہ دھرم - آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت ازبام کر دیا ہے خصوصیت کیساتھ جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۸؍ - نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط - حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲؍ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲؍ - نور القرآن حصہ دوم - عیسائیوں کا عجیب رد قیمت ۴؍ فیصلہ آسمانی قیمت ۲؍ - ایڈیٹر الحکم کی تالیفات تفسیر القرآن پارہ اول - یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے قیمت فی پارہ ۱۲؍ اسلک مروارید حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا ہے قیمت ۴؍ حصہ دوم ۴؍ حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲؍ برہان الحق قیمت ۳؍ محامد المسیح قیمت ۳؍ خطبات کریمیہ قیمت ۴؍ تفسیر سورہ تبت قیمت ۳؍ - نمونہ قرآن مجید ۳؍ -

المشتھر
مینیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

حقیقت نماز شائع ہو گئی

کتاب حقیقت نماز جس میں خدا کے فضل سے نماز کی حقیقت کو بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے شائع ہو چکی ہے اس کتاب کا پڑھنا ہر ایک پر ضروری ہے نماز کے کل مسائل کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے کے علاوہ حضرت اقدس کے کل دعاوی پر ضمناً بحث کی ہے اور جیب کہ اس سے قبل ایک مکمل فہرست الحکم مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۷ء میں بطور ضمیمہ شائع کر چکا ہوں آخرے پارے کی چند سورتوں کی تفسیر بھی درج کی گئی ہے کتاب کی قیمت بلحاظ اس کی خوبیوں کے کم ہے یعنی مع محصول ڈاک ۳؍ اور علاوہ محصول صرف ایک روپیہ درخواست ذیل کے پتہ پر آنی چاہئے

شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان دارالامان

اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتے ہیں وہ ہمارے اس طلا طلسمی سے فایدہ اٹھائیں اور ہمارے طلسمی کرشمے دیکھیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائیں گے منگوانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزمائیں - قیمت چھ ماشہ دو روپیہ ۲؍ -

سرمہ سلیمانی - آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور بصارت بڑھانے والا قیمت ایک تولہ ۱؍

سنون دندان - دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کر کے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے فی بکس ۴؍

المشتھر
حکیم محمد حسین خلف حکیم سرافراز حسین
مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڑھ ضلع دہلی

اسکاٹس املشن

تمدرستیوں کے کمزور مقامات کو مضبوط بنا کر انسداد مرض کر رہا ہے

کے طریقہ ساخت کا نشان ہے۔

ہاتھ سے چھوا نہیں جاتا

فروخت کے لئے سب دوا فروشوں کے ہاں موجود ہے۔

اسکاٹ اینڈ براؤن لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

مذہب اور قومیت اور رسوم

از خیالات مرزا سلطان احمد صاحب

مذہب اور قومیت ہی دو ایسی جابر اور جامع طاقتیں ہیں جن میں ایک وسیع طاقت اور مستقل اثر ہے۔ تبادلہ خیالات کا معیار خوبی اور حسن وقبح یہی دو طاقتیں ہیں اور انہیں پر ان کے ترک یا قبول کرنیکا مدار ہے۔ جو قومیں اور گروہ ان دونوں صورتوں سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ معیار رکھتے ہیں وہ تبادلۂ خیالات کے برے اثر سے محفوظ رہتے ہیں اور جنہیں اس طرف توجہ نہیں ان کا خدا حافظ۔

دنیا میں اس وقت جس قدر گروہ یا قومیں پائی جاتی ہیں وہ مندرجہ ذیل حالتوں سے خالی نہیں ہیں۔

الف ایک ایسے مذہب کی تابع جو قوانین مذہب اور قوانین قومیت کا جامع یا موید ہے۔

ب ایک ایسے مذہب کے تابع جو محض قوانین مذہبی کا جامع ہے اور کچھ کچھ قوانین قومیت اس سے جداگانہ ہیں۔ اور کچھ مشترکہ۔

ج ایک ایسی قومیت کی تابع جو قوانین مذہبی یا مذہب سے بالکل مغایر ہے اور مذہب کو اس میں کوئی دخل اور کوئی دست اندازی نہیں۔

شق ب میں اہل ہنود اور شق ج میں عیسائی داخل ہیں اہل ہنود میں مذہب بھی ہے اور قومیت بھی ہے۔ قومیت کے بعض مسایل مذہب میں شامل ہیں اور بعض مذہبی دائروں سے جدا رہکر محض احاطہ قومیت میں ہی محاط ہیں۔

عیسائی جماعت کا مذہب قومیت سے بالکل الگ ہے مذہبی مسایل مسایل قومیت سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے انجیل اسی حد تک عیسائیوں کے لئے واجب التعمیل ہے۔ جہاں تک وہ روحانیت سے متعلق ہے۔ روحانیات سے باہر جا ہی نہیں سکتی اس سے آگے اُن کے قومی قوانین کے حدود آجاتے ہیں۔

پہلی شق میں ہم مسلمان داخل ہیں۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو کہنا ہی پڑیگا کہ ساری دنیا میں مسلمان ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کے مذہبی قوانین قوانین قومیت اور قواعد سوسائٹی کو بھی شامل ہیں اور قوموں نے پہلے دنیا قایم کی اور پھر مذہب کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں نے پہلے مذہب لیا۔ اور پھر دنیا کی طرف گئے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی نہ تو کوئی قوم ہے نہ تو کوئی خاص وطن۔ قوم اور وطن کے اعتبار سے وہ ہندی بھی ہیں۔ عربی بھی۔ شامی بھی۔ یورپین بھی۔ رومی بھی۔ مصری بھی۔ حبشی بھی لیکن مذہب کے لحاظ سے صرف مسلمان ہیں اسلام نے یہ سکھایا ہے۔ کہ کل مومن اخوۃ۔ یہ نہیں کہا ہے کل سید اخوۃ کل افغان اخوۃ کل قریشی اخوۃ یا کل مغل اخوۃ کل شیخ اخوۃ کل خواجہ اخوۃ۔ مسلمان جس جس خطہ میں رہتے ہیں وہی ان کا وطن ہے اور مسلمان اُن کی قوم ہے۔ لفظ مسلمان سب اقوام اور سب شاخوں کو حاوی اور محیط ہے۔

مسلمانوں کیلئے اس وقت جو صورتیں تبادلۂ خیالات سے پائی جاتی ہیں۔ یا جن پر وہ اس وقت عامل یا کاربند ہیں اور جن کا احاطہ یا دائرہ وسعت ہم اس وقت صرف ہندوستان ہی کو قرار دینگے۔ وہ اگر کسی صورت نظر ثانی کے قابل ہیں اور ان کی ترمیم ضروری سمجھی گئی ہے۔ تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ایسی ترمیم کسی اصول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

ہم نے دو ہی صورتیں بیان کی ہیں۔ مذہب اور قومیت مسلمانوں میں قومیت تو بذاتہ کوئی شے نہیں مذہب ہی ایک ایسی طاقت ہے۔ جو قومیت کو بھی شامل ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ مذہب میں قومیت بھی شامل ہے۔ یا قومیت مذہب میں مل جل گئی ہے اس حالت میں رسوم کی نظر ثانی یا تنقید کے لئے ہمیں مذہب یا مذہبی قوانین پر بھروسہ کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ ہی قومیت کے قوانین بھی آجائیں گے۔ جہاں تک کہ وہ مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔

ہمیں یاد ہے کہ فروعات اور اجتہادی مسایل میں مسلمان فرقوں کے اندر اختلافات ہیں لیکن رسوم کی تنقید اور نظر ثانی کے واسطے ہمیں ان فروعی اختلافات سے کوئی خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ رسوم کے متعلق جس قدر قوانین مذہبی مدون ہیں ان میں اختلافات نہیں ہیں۔ اگر کچھ اختلاف ہے بھی تو وہ ہمارا حارج نہیں ہے۔

مسلمانی مذہب میں اصولاً رسوم کی تعریف کر کے اُن کی وسعت بیان کی گئی ہے اور مسلمان فرقوں میں ان رسمی اصولوں کی پابندی سے عملی قواعد کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو رسمیں اور دستور اصولاً جائز ہو سکتے ہیں مختلف فرقوں میں بھی عموماً ان سے تجاوز نہیں کیا گیا ہے اور یہ ایک عجیب حکمت الٰہی ہے کہ باوجود انواع واقسام کے اختلافات فروعی کے ہر ایک فرقہ اسلام میں رسوم کی بابت نہایت شایستگی سے جامع الفاظ میں بحث کی گئی ہے۔ اگر ہر فرقہ فرضی رسومات ان اصلی رسومات سے مختلط نہ کرے تو کوئی وقت باقی نہیں رہتی۔ روحانی مسایل اور عبادتی فرایض میں گو اختلافات کثیرہ اور تباین کلیہ ہو۔ مگر رسوم کی تحدید اور تعریف میں ایسا اختلاف نہیں۔ غمی اور خوشی کی رسموں میں جو ایک فرقہ نے بیان کیا ہے وہی دوسرے فرقہ والا بیان کرتا ہے بیاہ۔ شادی۔ منگنی وغیرہ رسوم میں جو دستور ایک فرقہ میں شرعی طور سے مرسوم ہیں۔ وہی دوسرے فرقے میں مرسوم ہیں۔ ہر ایک رسم کے بجالانے میں اصول کے اعتبار سے جو قاعدہ مرعی رکھا گیا ہے اور جو حد قایم کی گئی ہے وہی ہر ایک فرقے میں مسلم ہے۔ جو معیار ایک فرقہ کا ہے وہی دوسرے فرقے کا ہے۔ صرف ہندوستان کی چار دیواری میں ہی یہ حال نہیں بلکہ دیگر اقطاع اسلام میں بھی یہی معمول اور یہی دستور ہے اور کل اقطاع اسلام کے شرعی رسوم کو احاطہ تحریر میں لاکر دیکھا جاوے تو شاید فیصدی دس بھی اختلاف نہ نکلے گا۔

اگر اس کی وجہ دریافت کرو تو سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ مذہب اسلام نے رسوم کے اصول ایک ہی پیمانہ پر رکھے ہیں اور ان میں عموماً انہی اغراض اور انہی ضروریات کا زیادہ تر خیال کیا گیا ہے۔ جو اصول کفایت شعاری اور تدین اور انکسار کے مطابق ہیں۔ چونکہ ایک ہی اصول کی پابندی سے رسوم کا اقتدا کیا گیا ہے۔ باوجود اختلاف مسایل روحانیت کے رسوم میں چنداں اختلاف نہیں ہے سوائے اس اختلاف کے جو بتاؤ خیالات اور کورانہ تقلید سے حایل اور رائج ہو گیا ہے۔ اور جس کا اس ضابطۂ رسوم میں کوئی پتہ نہیں ملتا ہے۔ جو اسلام نے مسلمانوں کے لئے مدون کیا تھا۔ یہ ہم پھر بتلائیں گے کہ اس انقلاب عظیم کا اصل موجب کیا ہے۔

سخن عشق سراپا مزہ باشد ہمہ درد
بیش و کم اندک و بسیار شنیدن دارد۔

— مذاہب اور فلسفہ میں ایک نسبت ہے۔ جو لوگ اس لازمی نسبت سے ناواقف رہ کر ان دونوں میں ایک وسیع تعلق اور مغایرت بتلاتے ہیں۔ وہ ان آنکھوں سے ان دونو کا مطالعہ نہیں کرتے۔ جو ان کے مناسب حال اور موزوں ہیں فلسفہ کی اصلاح میں ایسی حالتوں کا نام یقین اور حقیقت ہے اور روحانیت یا مذہبیات میں انہیں ایمان اور عرفان کے نام سے موسوم اور تعبیر کرتے ہیں۔

جیسے یقین کی تین قسمیں ہیں ایسے ہی ایمان کی بھی تین قسمیں ہیں۔

ایمان باللسان۔

ایمان بالعمل

ایمان بالحقیقت

ان ہر سہ میں سے تیسرے قسم کا ایمان اعلیٰ ہے اور اس سے جو اعلیٰ حالت پیدا ہوتی ہے اسکا نام بمقابلہ حقیقت کے عرفان ہے۔ جو لطف اور سرور ایک فلسفی حقیقت کے درجہ پر پہنچکر دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ وہی حالت اور وہی سرور ایک صوفی اس درجہ میں اگر پاتا ہے اس منزل پر دونو پلے ترازو کے برابر ہو جاتے ہیں ایک پلہ دوسرے کے مقابل آجاتا ہے اسے اپنا وزن معلوم ہوتا ہے اور اسے اپنا جیسا اس درجہ پر پہنچکر ایک روشن خیال منطقی حیران ہو جاتا ہے ایسی ہی ایک زاہد متقی بھی سرگردانی کی وجہ میں اگر اللہ ہو کرنے لگتا ہے۔ دل کی آنکھیں ہمیں کھلتی ہیں اور دل کی پردوں پر ایسی روزن سے روشنی پڑتی ہے۔ تمام اوہام تمام خیالات اور تمام تعصبات کی یہاں آکر حقیقت کھل جاتی ہے اور پردے اُٹھ جاتے ہیں یہ روحانیات اور مذہبیات پر جسقدر اعتراض اور نکتہ چینیاں کیجاتی تھیں اُن کی یہ نکل آتی ہے۔ ایک ہی آئینہ میں روحانیات اور فلسفہ کا جلوہ نظر آتا ہے فلاسفر اور روحانی بزرگوں کی تعظیم اور تقدیس میں رطب اللسان ہوتے ہیں اور روحانی بزرگ فرط محبت اور طیب خاطر سے فلاسفروں کی کمزوریوں اور نکتہ چینیوں پر خط نسخ کھینچتے جاتے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ ہفتاد و دو ملت کے بکھیڑے اور خرخشے تمام عمر کیلئے ختم ہو کر چشم زدن میں بٹ جاتے ہیں دل باقسم از خصمی ہفتاد و دو ملت آن بہ کہ ازین معرکہ جنگ برانگیزیم

مسلمانوں کا تنزل اور اس سے نکلنے کی تدبیر

وکیل لکھتا ہے۔ چشم بصیرت کو مایوسی اور حسرت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ دو صدیوں سے جس عالمگیر تنزل نے مسلمانوں کو گھیر رہا ہے اُس کا اثر عالم اسلامی کے چپہ چپہ سے نمایاں ہے ٹرکی اور ایران و کابل ہیں اغیار و اجانب سے جو کچھ بچی بچائی پونجی رہ گئی ہے اُس کی حفاظت کی کوئی صورت نہیں۔ افریقہ کے قدیم اسلامی تمدن کی یادگار ایک دو حکومتیں رہ گئی تھیں۔ سو وہ بھی ہمسایوں کے دندان آز سے نہ بچیں تعلیم اور اخلاق کے لحاظ سے ہر جگہ تقریباً ایک ہی حال ہے مصر کے مسلمان مدت سے چونکے ہیں۔ مگر صحیح بیداری ابتک مفقود ہے۔ نیا گروہ مذہب سے ناآشنا اور پرانا ابتک سرمست بادۂ غفلت ہے غرضکہ وبائے تنزل سے ہمارا کوئی گھر محفوظ نہ رہ سکا۔ امراض زوروں پر ہیں۔ بد پرہیزی بدستور جاری ہے طبیب مفقود اور خود مریض ازالہ مرض سے غافل۔ فما ذا جرے للمسلمین وما الذی دفع بھم من علیین الیٰ اسفل سافلین۔ ؏

فرصت ز دست رفتہ و حسرت فشردہ پائے
کارا ز دوا گذشتہ و افسوں نکردہ کس

ہندوستان میں نصف صدی سے مسلمانوں کی بیداری کی سعی ہو رہی ہے۔ بہت سی نگاہیں ہیں جو ان کو دیکھکر شادمان ہو رہی ہیں مگر ایام محاق کی تاریک راتوں کو ایک ٹمٹماتا چراغ کیا روشن کر سکتا ہے؟ جہل و تعصب اور بداخلاقی کی تاریکی برابر چھائی ہوئی ہے معاش کے دروازے روز بروز بند ہو رہے ہیں اغیار و اجانب چاروں طرف سے حملہ آور ہیں۔ علم و تمدن کا صحیح اثر کہیں نظر نہیں آتا۔ اسپر مستزاد یہ کہ اصلی بیداری اسکے سے وجود ہی نہیں رکھتی۔ قحط و طاعون افلاس اور جہل کے ساتھ ملکر کچلے جا رہے ہیں۔ مگر ہماری بدمستی بدستور ہے ؏

بختم ز بزم عیش بغربت فگند و من
مستم خیال کہ پا نشاسم ز سر ہنوز

بظاہر حالات فلاح کی امید نہیں۔ حیوانات کی طرح اقوام کی بھی خاص خاص عمریں ہوتی ہیں جن سے زیادہ جینا محال ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے۔ کھیل کود کا زمانہ پورا کر کے عالم شباب میں قدم رکھتا ہے۔ پھر جوانی کا مرغزار اس کے سامنے آتا ہے۔ اس کے طے کرنے کے بعد سن کہولت کا آغاز ہوتا ہے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس کے بعد قبر ہاتھ پھیلائے ہم آغوش ہونے کے لئے طیار رہتی ہے۔

یہی حال اقوام کا بھی ہے۔ پیدا ہوتی ہیں۔ جوانی کا موسم گذارتی ہیں اور پھر ایام پیری کی صد عیب زندگی کاٹ کر ہمیشہ کے لئے قریب بہ انہدام گنبدوں اور گری ہوئی دیواروں کے ساتھ مرکر فنا میں منتہم ہو جاتی ہیں۔ ان کا تمدن افسانہ ماضی میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور ان کے عبرت انگیز قصے تاریخ کے صفحوں پر رہ جاتے ہیں شاید مسلمان بھی سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے ہم کو خوش ہونا چاہیئے کہ ذلت وہ بڑھاپے کی کلفتیں ختم ہونے کے قریب ہیں۔ ایک بے برگ و بار درخت کب تک ثمردار درختوں کے جھنڈ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ آخر ایک دن باغبان کو اس کے بے فایدہ وجود سے زمین خالی کرنی پڑیگی۔ دنیا میں جوان قومیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک عمر بہ پایاں رسیدہ قوم کب تک بار زمین رہے گی؟ پس اگر ہم مرکز فنا سے قریب ہو رہے ہیں تو خوش ہیں کہ اب مٹنے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی ہے۔ چولھا چنگاریوں سے خالی ہو گیا ہے اور قریب ہے کہ خاکستر سے بھر جائے۔ وکذلک نجزی من اسرف ولم یؤمن بآیات ربہ ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ۔

اسلام مسیحیت کی طرح دنیا کی کسی حکومت کا رہین منت نہیں ہوا۔ اُس نے خود ہی ایک مذہبی قومیت کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنے لئے خود ہی تمدن قائم کیا۔ یہ تمدن جس نے ایک طرف قیصر و کسرے کو سرنگوں کر دیا اور دوسری طرف یونان و مصر کی برہم شدہ انجمن میں جان ڈال دی۔ صرف ایک روحانی دعوت کا نتیجہ تھا یہی دعوت تھی جس نے ایک بادیہ نشین قوم کو ایک صدی کے انقضا سے پہلے اقوام متمدنہ قدیمہ کا جانشین بنا دیا۔ علم و حکمت ان کی غذا تھی۔ اخلاق اعلےٰ ان کا تمغہ شرافت تھا۔ خصایل حسنہ کے لحاظ سے دنیا کی پوری تاریخ میں ان کی نظیر نہیں۔ تمدن کی نسبت کچھ کہنا فضول ہے۔ کون ہے جو ان کے عالمگیر تمدن کی یادگاروں سے آنکھیں بند کر سکتا ہے۔ یہ دعوت روحانی کیا تھی؟ ایک معتدل الضخامت کتاب جس کا نام **قرآن** ہے۔ اور جو آج بھی ہم میں موجود ہے۔

ہاں! یہی قرآن ہے۔ جس کی دعوت سے مسلمانوں نے منہ موڑا۔ اور اس اعراض کا نتیجہ وہی نکلا جو تیرہ سو برس پہلے کہدیا گیا تھا۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا۔ اور ابھی پیشگوئی کا دوسرا حصہ باقی ہے ونحشرہ یوم القیمۃ اعمیٰ!

مسلمانوں کے موجودہ عالمگیر تنزل کی خواہ کتنی ہی وجوہ بیان کی جائیں۔ مگر حقیقی سبب اُسی اثر کا فقدان ہے جس کی موجودگی نے عرب جاہلیت کو متمدن بنایا تھا۔ جب تک دعوت قرآنی مسلمانوں کا نصب العین تھا۔ ہمائے حکومت بھی اُن پر سایہ افگن تھا اور علم و فضل بھی اُن کا رفیق تھا۔ مسلمانوں نے اس دعوت سے منہ موڑا تو اقبال کی پیشانیوں پر بھی بل آگیا۔ اور عزت و شوکت بھی ان سے روٹھ گئی۔

قرآن نے اپنی اصلاح کی بنیاد دو قسم کی تعلیموں پر رکھا تھا تعلیم اوامر و نواہی اور تعلیم اخلاق و تزکیہ قلوب ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ (ترجمہ) وہی تو خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم میں اپنا رسول مبعوث کیا۔ وہ اس کی آیتیں اُن کو سناتا تھا۔ اُن کے دلوں کو خصایل رذیلہ سے صاف کرتا تھا۔ اور اُن کو احکام الٰہی اور حکمت کا درس دیتا تھا۔

مگر مسلمانوں نے ان دونوں تعلیموں کو بھلا دیا امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا دروازہ بند کر دیا اور امر و نواہی کی تمیز اُٹھا دی۔ خصایل حسنہ سے جنکو لسان الٰہی نے تزکیہ و حکمت سے تعبیر کیا ہے بالکل کورے ہو گئے ایثار۔ ہمدردی۔ اخوت باہمی۔ اخلاقی جرأت۔ عدل۔ احسان۔ صداقت اور حسن معاملہ۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کو اونٹ چرانے والوں نے داعی اسلام سے سیکھا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اُن کو طاق نسیان کے سپرد کر دیا۔ علم و حکمت کی تلاش سے اُن کے قدم رک گئے۔ قرآن نے اُن کو سکھایا تھا کہ تعاونوا علی البر والتقوی۔ مگر اُنھوں نے اثم و عدوان سے بیعت کرلی۔ قرآن نے تعلیم کیا تھا کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا مگر اُنھوں نے باہمی اتفاق و اتحاد کی جگہ آتش بغض و فساد بھڑکائی۔

قرآن نے اپنی تمام اصلاحات کی بنیاد توحید کامل پر رکھی۔ کیونکہ اسلام کی روحانی اصلاح کی بنا یہی ہے۔ اُس نے توحید فی الصفات پر زور دے کر ہر قسم کی طاقتوں اور بخشایشوں کو خدا کے لئے مخصوص کر دیا اور کہدیا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک۔ مگر مسلمانوں نے تعلیم توحید کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اگر اُس کا نمونہ دیکھنا ہو تو قبروں اور مزاروں کے احاطوں میں دیکھو یا پھر اُن کے دلوں کو ٹٹولو۔ رسم و رواج اور بدعات نے ان کو توحید سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ ایک موحد مذہب کا جامہ کسی طرح اُن پر راس نہیں آتا۔

خدا کا یہ قانون ہے کہ جب تک قومیں تعلیم الٰہی پر عمل کرتی ہیں۔ زندہ رہتی ہیں۔ اور جب اس سے منہ موڑتی ہیں۔ تو خسر الدنیا والاخرۃ کی وعید کا مستوجب ہوتی ہیں۔ ہم سے پہلے بہت سی عظیم الشان قومیں اسی قانون الٰہی کے مطابق نیست و نابود ہو چکی ہیں افلم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذلک لآیات لاولی النھیٰ

پس اگر مسلمان اس گرداب بلا سے نکلنا چاہتے ہیں۔ جس نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ دعوت قرآنی کو اپنا نصب العین بنائیں۔ اور شریعت الٰہی کی تعلیم پر اپنے آپ کو چھوڑ دیں۔ یہی قرآن اُن کو علم و مذہبیت کی طرف توجہ دلائیگا۔ یہی قرآن اُن میں صفات حسنہ پیدا کرے گا۔ اور اسی قرآن کی تعلیم اُن کو معاش و معاد کی مامون ترین راہ بتلائے گی ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ۞

ایڈیٹوریل بریف نوٹس

مغربی عورتوں کا نکتہ خیال ایک مغربی لیڈی نے ایک کالج کی ستر لڑکیوں کے سامنے ایک سوال کیا ہے اور اُس کے جواب کا نتیجہ انٹرنیشنل میگزین میں چھپوایا ہے۔ سوال یہ کہ وہ دیانت داری۔ نوع انسان کی محبت۔ خود ضبطی عصمت شعاری۔ اور انصاف میں کسکو قابل ترجیح خیال کرتی ہیں ایک تہائی سے زیادہ نے دیانتداری کو ترجیح دی۔ ½ تعداد محبت انسانی کے حق میں تھی ½ نے عصمت شعاری کو بہتر ظاہر کیا ½ نے بددیانتی کو بھاری گناہ بتایا ½ تعداد نے شراب خوری سے نفرت ظاہر کی ½ نے ناپاک زندگی اور ½ نے قتل سب سے بڑی بُرائی ظاہر کی۔ ہر چند طبائع کے اختلاف ایک یا دوسری بدی کو زیادہ قبیح اور ایک یا دوسری نیکی کو قابل ترجیح بتلاتے ہیں مگر مغربی عورتوں میں عصمت کو قابل ترجیح قرار دینے میں نہایت ہی خفیف تعداد کا ہونا عیسویت کی زہرناک تاثیر کو ظاہر کرتا ہے۔

کرسچن میڈیکل مشن ہندوستان میں اس وقت ۳۱۲ میڈیکل مشنری ہیں ان میں ۱۸۷ عورتیں اور ۱۲۶ مرد مشن ہسپتالوں میں کام کرتے ہیں اور ۱۴۴ نرسیں یورپ اور امریکہ کی تربیت یافتہ اس کے علاوہ ہیں یہ عیسویت کی اشاعت کا صرف ایک شعبہ ہے۔ کیسا مفید کام ہے لیکن چونکہ اصل غرض لوگوں کو گمراہ کرنا اور عاجز انسان کی خدائی کے حلقہ میں لانا ہے اس لئے یہ رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے اور تریاق نہیں بلکہ زہر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہندو مسلمانوں کو ایسے ہسپتالوں سے مدد لینے کا خیال بھی ترک کر دینا چاہئے اور اپنی مدد آپ کرنے کے اصول پر اپنے ہسپتال کھولنے کی متفقہ تدابیر کرنی چاہئیں۔

انگلستان اور ٹرانسوال ٹرانسوال میں ہندیوں پر بعض جدید قوانین کے ماتحت سخت ستم ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے کئی معزز ہندی جیل خانہ میں جا چکے ہیں ان مظالم کی وجہ سے ہندوستانی پبلک میں سخت ہلچل اور تردد ہے مگر یہ خبر نہایت اطمینان بخش ہے کہ خاص انگلستان میں لارڈ امپتھل کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا ہے جس میں اُنھوں نے ظاہر کیا کہ برطانیہ کا تمام دار و مدار ہندوستان پر ہے نوآبادیوں کا فرض ہے کہ وہ ان وعدوں کا ہمیشہ احترام کے ساتھ خیال رکھیں جو امپیریل گورنمنٹ نے ہندوستانیوں سے کئے ہیں قانونی تارکان وطن اس شرط سے منظور کیا جا سکتا ہے کہ رجسٹریشن کی دفعات کی نظر ثانی کی جاوے۔ بہرحال انگلستان میں اس جدید قانون کے متعلق ترمیم کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر بھی اس کے متعلق جلسے ہو رہے ہیں امید کی جاتی ہے کہ ان غریبان وطن پر رحم کیا جائے گا۔

روپیہ کا بہترین مصرف روپیہ کا کمانا ہی کچھ بڑا کام نہیں بلکہ در اصل روپیہ کے خرچ کرنے میں اس سے زیادہ عقلمندی اور فکر کی ضرورت ہے اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ کمانے کی نسبت خرچ کرنا زیادہ مشکل ہے۔ روپیہ کے کمانے اور اسکے خرچ کرنے کے اصول کو مغربی لوگوں نے خوب سمجھا ہے ہم جو لباس یا خوراک میں اُن کی تقلید کا شوق اور جوش ظاہر کرتے ہیں کیا اچھا ہوتا اگر اُن کی نیک اور حمیدہ خصایل میں بھی انکی تقلید کرنے کی کوشش کرتے یہ لوگ اپنی کمائی کو زمین کے حوالہ نہیں کرتے بلکہ جب دیکھتے ہیں کہ پیغام اجل قریب ہے تو اپنے جمع شدہ روپیہ کا بہترین انتظام کرتے ہیں اور بعض ایسی وصیتوں کو ہمیشہ لکھکر رکھتے ہیں۔ یہ بہت کم دیکھنے یا سُننے میں آیا ہے کہ ولایت کے اُمرا کا ترکہ فضول اور شرمناک کاموں میں صرف ہوا ہو جیسا کہ ہندوستان میں دیکھا جاتا ہے کہ اکثر دولتمندوں اور امرار کی اولاد اپنے والدین کے گاڑھے پسینہ کی کمائی رنڈیوں اور آبکاری کی نذر کر دیتے ہیں ولایت میں ابھی ولیم بیرس صاحب کا انتقال ہوا ہے جنھوں نے ۲۰ لاکھ روپیہ کی جایداد چھوڑی ہے اور وہ کیمبرج یونیورسٹی کے نام وقف کر دی ہے یہ ہے روپیہ کا بہترین مصرف۔

احمدیوں کے لئے مایہ ناز موقع حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تجدید کے کارناموں میں جہاں بہت سے امور ہیں اور وہ اسلام کی آیندہ تاریخ میں زرین صفحوں پر لکھے جاینگے۔ ان میں سے وصایا کے متعلق جو اصلاح آپ نے کی ہے وہ احمدیوں کے لئے مایہ ناز امر ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ہم کو بتایا ہے کہ ہم اپنے اموال کو کس طرح خرچ کریں۔ وصیّت کا رواج مسلمانوں میں متروک ہو گیا تھا اس لئے آپ نے جہاں اس قابل قدر اصول کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی وہاں مسلمانوں میں وہ روح پیدا کرنی چاہی ہے جو اپنی زینت پر ابتدائے اسلام میں تھی۔ اس سے حضور کے اس جوش کا بھی پتہ لگتا ہے کہ آپ اشاعت اسلام کے لئے کیسے حریص ہیں اور کیسی تڑپ آپ کے اندر ہے۔ الوصیّت کو پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ کس جوش کے ساتھ آپنے اُس کو لکھا ہے احمدیوں میں وصیّت کرنے کے اصول پر عام عملدرآمد اشاعت اسلام کے کام میں بہت بڑا معاون ہوگا اور انھیں اپنے روپیہ کے مصرف کا بہترین موقع ملیگا۔ خدا کرے کہ ہم سب اس اصول کو سمجھیں اور اس پر عملدرآمد شروع کر دیں۔ وصایا کا سلسلہ سُست نہیں ہونا چاہئے بلکہ دکھا دینا چاہئے۔ کہ حق کی اشاعت کے لئے اس قوم کے اندر کس قدر تڑپ ہے۔

مَیں نہیں پیوُں گا! کیوں؟ ولایت کی انجمن حفاظت تجارت شراب کے پریزیڈنٹ صاحب نے ایک پادری کے شراب نہ پینے کی عجیب وجہ بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک پادری صاحب کسی گاؤں سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے تھکے ماندے آئے تو گاؤں کے مالک نے پوچھا سردی سے بچنے اور تکان مٹانے کے لئے وہسکی اور سوڈا کے دو ایک جام پی لیجئے۔ مگر پادری صاحب نے اس کے عطیہ کو روک دیا اور کہا کہ مَیں بوجوہ ذیل تمہاری دعوت قبول نہیں کر سکتا۔

اوّل مَیں اس ملک کی ٹمپرنس سوسائٹی کا نیز امیر مجلس ہوں۔ دوئم یہ کہ مَیں ابھی گرجے جا رہا ہوں۔ اور سوم یہ کہ مَیں ابھی ایک جام پی کر آیا ہوں

عید الضحیٰ عید الضحیٰ پر معزز اخبار زمیندار نے ایک لطیف اور کار آمد نوٹ لکھا ہے۔ جسکو مَیں بجنبہ درج کرتا ہوں۔ سال ہجری کے بارہویں ماہ کا دسواں دن اہل اسلام میں بڑا تہوار مانا جاتا ہے۔ تمام مسلمان مرد عورتیں اور بچے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نفیس لباس پہننے اور لذیذ کھانا کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ مرد عیدگاہوں میں دوگانہ ادا کر کے باہم مصافحہ اور معانقہ کرتے اور ایک دوسرے کو مبارکباد کہتے ہیں۔ باغات کی سیر اور باہمی میل ملاپ میں تمام دن بسر کرتے ہیں۔ عورتیں باہم ملکر گھروں میں خوشیاں مناتی ڈھولک بجاتی اور گیت گاتی ہیں بچے اپنے والدین کی توفیق کے مطابق خوش نما کپڑے زیب بدن کرتے اور پیسوں اور مٹھائیوں سے اپنی جیبیں بھرتے ہیں۔ اب قربانی کرنے کا وقت آیا۔ اور ہزاروں بھیڑ بکرے اونٹ اور دوسرے جانور خدا کی راہ میں ذبح ہونے لگے۔

مگر ہم میں سے شاید ایک فی صدی بلکہ ایک فی ہزار کو بھی معلوم نہ ہوگا کہ یہ بڑا دن ایک مقدس یادگار ہے ایک اعلےٰ درجہ کے مقدس بزرگ کے مقدس کام کی۔ خدا نے پیغمبروں کے قبلہ گاہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ تو میری راہ میں وہ چیز خرچ کر جو تجھے دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو۔ چونکہ انسان کو اولاد سے زیادہ عزیز کوئی چیز نہیں اس لئے حضرت ابراہیم نے خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنے عزیز اور نور چشم بیٹے کو قربانی کرنے کی تیاری کی۔ ہم اس مقدس رسم کی یادگار تو مناتے ہیں اور بھیڑوں بکریوں اونٹوں وغیرہ کی قربانیاں دیتے ہیں

لیکن کروڑوں میں سے ایک کو بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اپنی ملکیت میں سے سب سے زیادہ عزیز چیز خدا کی راہ میں دیں۔

خدا ہماری قربانیوں۔ صدقوں اور خیراتوں کا محتاج نہیں اُس کی ذات پاک ان تمام حاجات سے بری ہے مگر قرآن مجید میں اور نیز تمام اقوام کی مقدس کتابوں میں خدا کے لئے دینے کا حکم ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ خدا کی مخلوقات کو مدد دی جائے۔ اور تمام مخلوقات میں قوم کا حق مقدم ہے۔ اب ہمارے ناظرین انصاف سے کہیں کہ وہ کس عزیز ترین چیز کو قوم کی امداد میں صرف کرتے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو عید وید کوئی نہیں اور اگر عید نہیں تو مبارک کیسی اور سلامت کہاں ؟

سالانہ جلسہ کے اجمالی حالات

(نمبر دوم)

ایک نکاح تشحیذ الاذہان کے جلسہ کے بعد دوسرا موقعہ اس جلسہ میں قابل ذکر ایک نکاح کی تقریب تھی جو ۲۶ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ظہر اور عصر کی نمازوں کے جمع کرکے پڑھنے کے بعد عمل میں آئی۔ یہ نکاح سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک معزز اور مخلص خاندان کے بچوں کے نکاح تھے یعنے شیخ رحمت اللہ صاحب کے لڑکے عبد الحمید اور اُن کی لڑکی عائیشہ کا نکاح اُن کے مکرم بھائی شیخ عبد الرحمن صاحب کے لڑکے اور لڑکی سے ہوا۔ اس نکاح کا ذکر میں شاید اخبار میں کرنا ضروری نہ سمجھتا اگر میں اس کو قوم کے لئے مفید اور موثر سبق دینے والی تقریب یقین نہ کرتا۔

شیخ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک سرگرم اور مخلص اور معزز ممبر ہیں۔ ان کے تموّل اور وجاہت کا پتہ اُن کی اُس وصیّت سے لگتا ہے جو اُنھوں نے اپنی خداداد جائداد کے متعلق کی ہے اس زمانہ میں دُنیاداروں اور اہل ثروت لوگوں کی شادیاں جس طرح پر ہوتی ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت ہی میں امرتسر کے ایک سوداگر چرم میاں محمد جمیل صاحب کے بیٹے کی شادی پر ایک نوٹ ناظرین نے پڑھا ہوگا۔ مگر یہ شادی ایسی فضولیات اور بیہودگیوں سے بالکل پاک اور مقدس شعائر اسلام کے عین موافق ہوئی۔ شیخ صاحب نے خداداد دولت کی قدر کرکے اپنے سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے میں شاید نفس مضمون کے حدود سے نکل جانے کا ارتکاب کروں اگر میں ظاہر کروں کہ شیخ صاحب سلسلہ کی خدمات کے لئے کس اصول پر کام کرتے ہیں اور کس طرح پر وہ اپنی ہر قسم کی ضروریات پر سلسلہ کی ضروریات کو مقدم کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں وہ کبھی بھی پسند نہیں کرسکتے تھے کہ محض نمود اور نمائش کے لئے ان افعال کے مرتکب ہوں جو خدا تعالیٰ کے فرمودہ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہوں جن کا ارتکاب آجکل کے متمول کرتے ہیں۔

ظہر اور عصر کی نماز کے بعد حضرت حکیم الامتہ نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایک ایک ہزار روپیہ مہر پر یہ نکاح ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے دیر تک لمبی دعا فرمائی۔ وہ تقریبیں کیسی مبارک اور خوشی کی تقریبیں ہیں جن میں خدا تعالیٰ کا مرسل موجود ہو۔ شیخ صاحب نے اسی تقریب پر قادیان کے مہاجرین میں سے قابل امداد بھائیوں کی ایک معقول رقم کیساتھ اعانت کی جسکا علم شاید میرے اور ایک دو معزز بزرگوں کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ہوگا۔ یہ ہے للّٰہی صرف اور اعانت احباب۔

حضرت مسیح موعود کے برکات اور فیوض میں سے اصلاح رسوم بد کے صیغہ میں یہ زبردست اصلاح بھی داخل ہے جس کا ایک نمونہ اس موقعہ پر بھی دکھایا گیا۔ جو لوگ ان شادیوں کو دیکھتے ہیں جو یہاں ہوتی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح پر ہر قسم کی فضولیوں اور بیہودگیوں کو دور کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس کی دو تقریریں حضرت اقدس کی حسب معمول دو پبلک تقریریں ہوئیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت اقدس معمول کے موافق سیر کو نکلتے رہے اور اس طرح پر احباب کو ملاقات اور زیارت کا کافی وقت ملتا رہا۔ ایسا ہی بیعت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ مبایعین کی تعداد اور کثرت نے مجبور کر دیا تھا کہ پگڑیاں ڈال ڈال کر بیعت کی جاوے اور چند آدمی حضرت اقدس کے الفاظ بیعت کو باواز بلند بیعت کرنے والوں تک پہنچاتے اور تلقین کرتے رہے۔

شاعران قوم شاعری بالطبع مرغوب شے ہے اور منظوم اور موزون کلام علی العموم موثر ہوا کرتا ہے لیکن شاعری میں منہمک ہو جانا کبھی مفید نہیں سمجھا گیا۔ حضرت حجتہ اللہ مسیح موعود علیہ السلام بھی ضرور تاً شعر کہتے ہیں مگر اصل غرض وہی ہے جو خود آپ نے لکھی ہے ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق

اس فن میں کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ مذاق قوم کے بعض نوجوانوں میں بے طرح بڑھ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مدح و ثنا لاریب ایمان بڑھانے والی چیز ہے اور جبکہ خدا تعالیٰ اس خاتم الخلفاء کی مدح و حمد کرتا ہے تو پھر یہ فعل بہت ہی مبارک ہے مگر ایسا مذاق رکھنے والے احباب اگر اپنی شوقیہ نظموں کو ضرورتاً اخبار میں چھپوا دیا کریں اور حضرت حجتہ اللہ علیہ والسلام کا وہ وقت جو نہایت ہی بیش قیمت ہوتا ہے اور جس میں ایک کثیر التعداد مخلوق مشتاق ہوتی ہے کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے کچھ سنیں یا اپنا عرض حال کریں اُنھیں ان باتوں سے رہ جانا پڑتا ہے۔ اور پھر ایک نقص اور ہے کہ یہ نظمیں ایسی ہوتی ہیں جو کئی کئی مرتبہ سُنائی جاتی ہیں۔ کام کی نظمیں اگر تھوڑی دیر کے لئے سنائی جائیں تو وہ ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہیں۔ مگر میری اپنی رائے ہے کہ نظموں کے مذاق میں حضرت حجتہ اللہ علیہ السلام کے ہی اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور اس مذاق کی ایسی کثرت نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی جلسہ یا مجمع ہمارا ایسا نہ ہو کہ اس میں ایک ہی نظم بار بار پڑھی جاوے۔ ہماری شاعری میں وہ باتیں ہوں جو کار آمد اور مفید ہوں میں اس کے لئے حضرت صاحبزادہ بشیر الدین صاحب کی ان نظموں کو نمونہ قرار دیتا ہوں جو کبھی کبھی نکلتی ہیں اور یا حضرت میر ناصر نواب کی نظم آئینہ حق نما ہے بہر حال اس مذاق کی اصلاح کی حاجت ہے۔

اس جلسہ میں سب سے زیادہ ضروری حصہ جو قابل بحث ہے اور جسپر کسی قدر کھول کر لکھنا چاہئے وہ

احمدیہ کانفرنس

ہے۔ سال گذشتہ ہی میں اس کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی تھی گو باضابطہ سال گذشتہ میں اس کا کوئی جلسہ نہیں ہوا تھا مگر دراصل اس کا ابتدائی جلسہ سال گذشتہ ہی میں ہوا تھا۔ گذرے سال اس کانفرنس میں یہ طے پایا تھا کہ مختلف مقامات پر احمدی انجمنیں قائم کی جائیں۔ اور ان کا تعلق قادیان کی صدر انجمن احمدیہ سے ہو۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں اس کے متعلق بڑی سرگرمی سے کوشش ہوتی رہی تب جاکر کہیں ان احمدی انجمنوں کا قالب طیار ہوا۔ اور مختلف جگہوں پر کچھ کچھ ان انجمنوں کے نشانات پائے جانے لگے۔

(باقی آئندہ)

مکّہ میں کانفرنس

مشہور رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ کے اکتوبر کے نمبر میں ایک پروفیسر نے اس اسلامی کانفرنس کا ذکر کیا ہے جو مکّہ معظّمہ میں منعقد ہوئی تھی - مکّہ جیسی جگہ میں (جو اسلام کا مرکز اور اول بیت وضع للناس کا مصداق ہے) ایک ایسی کانفرنس کا جمع ہونا جو مسلمانوں نہیں بلکہ اسلام کی ترقی اور تنزل کے مسئلہ پر غور کرے ایک نہایت ہی دل خوش کُن خبر ہے اس لئے کہ مکّہ معظّمہ میں اس وقت بجز اس کے کہ وہ مسلمانوں کا مرجع ہے اور وہاں حاجیوں کی جیبوں کا جائزہ لیا جاوے اور کوئی کام نہیں ہوتا جس سے مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کو کوئی تعلق ہو - ورنہ ایسی جگہ سے جہاں روے زمین کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اگر مسلمانان عالم میں اصلاح کا کام شروع کیا جاوے تو غالباً نہایت موثر اور مفید ہو - مگر اس وقت مسلمانان عالم ہی کی حالت بگڑی ہوئی ہے اور مجھے اس امر کے کہنے میں کوئی تامُّل نہیں کہ اگر مکّہ معظّمہ کی زمین میں اسوقت صلاحیت رشد کا مادہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے خلیفہ اور مامور کے لئے

سرزمین پنجاب کو منتخب نہ فرماتا

اس سے یہ مراد نہیں کہ معاذ اللہ میرے دل میں مکہ معظمہ کے لئے حرمت اور عظمت کا اعتقاد نہیں اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہے تو وہ میرے عقیدہ اور ایمان پر حملہ کرتا ہے میں اس کو شعایر اللہ میں سے یقین کرتا ہوں اور اس کی تعظیم امر الٰہی کے نیچے ایک فرض سمجھتا ہوں - مگر یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیوقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا

ظھر الفساد فی البر والبحر

اسی طرح پر اس وقت اسلام کا چشمہ ہر جگہ مکدر کیا گیا ہے اور اسلام اور قرآن کریم کو پس پشت ڈالدیا گیا ہے اور اسی بنا پر میرا یہ کہنا کہ مکّہ معظمہ میں بھی صلاحیت اور رشد کا مادہ نہیں ہے بے جا نہیں ہے - خود آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات اور ارشادات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اور اس زمانہ کے نشانات جو بتائے گئے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ

ایمان ثریا پر چلا جائیگا -

اور اسی قسم کی ضلالت اور ظلمت کا زمانہ آجائیگا جیسا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تھا - بہرحال ایسی حالت اور ایسے وقت میں مکہ معظمہ میں ایک اسلامی کانفرنس کا انعقاد موجب خیر و برکت ہونا چاہئے تھا مگر ناظرین یہ سُنکر حیران ہوں گے کہ اسلام کے مرکز میں مسلمانوں کی ترقی اور تنزل پر بحث کرنے والی کانفرنس نے جو کچھ بیان کیا وہ نہایت ہی افسوسناک ہے - اس بیان کو پڑھکر اس پہلو سے تو خوشی ہوتی ہے کہ یہ بھی

ضرورت امام

کا ایک بیّن ثبوت ہے لیکن اس پہلو سے کہ جو اسباب تنزل اسلام کے متعلق ظاہر کی گئی ہے وہ

کفر از کعبہ

کی مصداق ہے - اسلامی ترقی میں زوال کے اسباب میں سے سب سے پہلے نمبر پر جو سبب بیان کیا گیا وہ

مسئلہ تقدیر تھا

کہا گیا کہ توکل و تقدیر کے خیال نے مسلمانوں کی محنتوں اور کوششوں کی برکت کے یقین پر اوس ڈالدی ہے - اس خیال اور رائے کو پڑھکر اور سُن کر کونسا دردمند دل ہوگا جسکو چوٹ نہیں لگے گی :: کیا مسئلہ تقدیر ایسا مسئلہ ہے جو مسلمانوں کو محنت اور کوشش سے الگ رکھتا ہے اور انھیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے کی تاکید کرتا ہے یا بجائے خود محنت اور کوشش کی ہدایت کرتا ہے -

تقدیر ہی کا مسئلہ ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہئیے - کیونکہ تمام بلند پروازیوں کا سرچشمہ اور منبع یہی مسئلہ ہے اور یہ ناواقفی اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے جو اس کا اُلٹا مفہوم سمجھ لیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ پر مختصر سی بحث بھی کی جاوے تو یہ مضمون ادھورا اور ناقص رہ جائے گا -

تقدیر کے معنے لغت عرب اور محاورہ قرآن کریم میں کسی چیز کا اندازہ کرنا اور مقدار ٹھیرانا ہے - جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے وخلق کل شیءٍ فقدرہٗ تقدیرا اور انا کل شیءٍ خلقناہ بقدرٍ

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز ایک اندازہ اور مقدار پر بنائی گئی ہے اور فی الواقعہ جیسا کہ ہم نظارہ قدرت اور اشیاء عالم پر غور کرنے سے معلوم کرتے ہیں ایسا ہی ہر خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایک نیچر پر بنایا ہے اور جیسا اس کی ترکیب اور ہیئت کذائی ظاہر کرتی ہے اسی قسم کے افعال اور اعمال کا صدور ان سے ہوتا ہے مثلاً کان سُننے کے لئے بنائے ہیں - یہ گویا کان کی تقدیر ہے اب اگر کوئی شخص ان سے سُننے کا کام تو نہ لے بلکہ دیکھنے کا کام لینا چاہئے تو یہ حماقت اور نادانی ہوگی - اس لحاظ سے مسئلہ تقدیر نے تو مسلمانوں کو ایک ایسے اصل عظیم کی تعلیم دی تھی اور دی ہے جو نہایت راحت بخش اور میدان ترقی میں پورا پورا قدم لے جانے والا ہے - مگر اُلٹی سمجھ کا بُرا ہو کہ ہم اس کا منشا کچھ اور ہی سمجھ بیٹھے ہیں - تقدیر کے مسئلہ کا مفہوم تو یہ تھا کہ مثلاً توحید - عبادت - اتفاق - متحد کوشش اور سعی و ہمت کے جو نتایج اور ثمرات ہیں وہ شرک - ترک عبادت - باہمی نفاق اور سُستی کے پھل نہیں ہو سکتے - ایسی حالت اور صورت میں مسئلہ تقدیر کو تنزل کا موجب اور باعث قرار دینا دانشمندی نہیں - اس مسئلہ نے تو مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلایا تھا کہ وہ ہر قسم کی بدیوں سے پرہیز کریں اور روزمرہ کی دعاؤں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز اور کسل سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی -

پھر مسلمانوں پر تقدیر کے مسئلہ کو مان کر تنزل کرنے کا الزام دینا سراسر غلطی ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ مکہ معظمہ میں کانفرنس کرکے مسلمانوں کے انحطاط کا باعث تقدیر کے مسئلہ کو قرار دیا گیا :: تقدیر کا مسئلہ اسلام کی جان ہے اور سب سے زیادہ ماننے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت تھی - پھر صحابہ نے جو ترقیاں کیں اور کامیابیوں کے زرین تاج ان کے سروں پر رکھے گئے تھے کیا وہ مسئلہ تقدیر کو مان کر رکھے گئے تھے یا اس سے الگ ہو کر اگر تقدیر اور توکل ترقی کی راہ میں سد راہ ہو سکتے تھے تو اُن کے راستوں سے پہاڑوں اور چٹانوں کو پرکاہ کی طرح کس نے اُڑا دیا -

اصل بات یہ ہے کہ ہم نے تقدیر کے مفہوم سمجھنے ہی کی کوشش نہیں کی - اسلام ہر امر میں روحانیت کی طرف لیجاتا ہے اور وہ انسان کو ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے صرف اسباب ہی پر بھروسہ کرنا اور اپنی مساعی اور ہمت ہی کو اپنی کامیابیوں کے ذریعہ قرار دے لینا خدا تعالیٰ سے بُعد اور حرمان کا نشان تھا اس لئے اس نے اس راہ سے مسلمانوں کو الگ کیا - اور

ایاک نعبد و ایاک نستعین

کی تعلیم دی تا کہ خدا داد قوتوں سے کام لینے اور پھر اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت اور مدد مانگنے کی طرف ہم متوجہ ہوں - کانفرنس مذکور نے اس امر کو باعث تنزل قرار دے کر مسلمانوں کو اعتماد علے الاسباب کی تعلیم دی ہے جو خدا پرستی اور توحید کی تعلیم کے خلاف ہے -

آج ہی کے اخبار میں کسی دوسری جگہ مسلمانوں کے تنزل کی ایک وجہ لکھی گئی ہے اگر مکہ معظمہ کی کانفرنس اس سوال کو اس پہلو سے حل کرتی تو بہت ہی قابل قدر ہوتا مسلمانوں کے تنزل کی اصل اور اہم وجہ

ترک قرآن کریم

ہی ہے انھوں نے اسی کو اسوہ اور امام بنا کر ترقی کی تھی اور جب کبھی ترقی کرینگے اسی سے کرینگے مکہ معظمہ کی کانفرنس نے ایک بات تو ظاہر کر دی اور وہ یہ ہے کہ مسلمانان عالم اس وقت ہر پہلو سے انحطاط کی طرف جا رہے ہیں اور مذہبی اور ملکی حالت ان کی قابل اصلاح ہو گئی ہے اس تنزل کا تسلیم کرنا

ضرورت امام

پر زبردست دلیل ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عین وقت پر جبکہ ہر طرف سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

خدا تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ بندہ اور امام ہم میں بھیج دیا ہے جو ہم کو اسی راہ اور اصل پر لے جانا چاہتا ہے جو اس کا اور کُل دُنیا کا مطاع اور امام پیش کرتا تھا اور جس پر چلا کر اُس نے دکھا دیا کہ ترقی کی اصل جڑ تقوی اللہ ہے

خدا کرے کہ ہم اس اصل کو سمجھیں - فی الحال اس کانفرنس کے ایک مسئلہ پر میں نے مختصر سی بحث کی ہے آئندہ کچھ اور بھی لکھنے کا ارادہ ہے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی - وما توفیقی الا باللہ -

خبرونکا گلدستہ

دنیائے اسلام

طہران سے خبر آئی ہے کہ نامور پارسی بنکر کے دو قاتلون کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے جس کے قتل کیوجہ سے پارسیون نے ہڑتال کر دی تھی۔

ترکی ایرانی سرحد کا تنازعہ خطرناک رنگ اختیار کرتا جاتا ہے **شاہ** نے بذریعہ تار آذربائیجان کی سپاہ کو شہزادہ فرمان فرما کی امداد کے لئے جانیکا حکم دیا ہے۔

ایران کے بعض حصوں میں اس قسم کی خشک سالی پھیلی ہوئی ہے جیسے کہ ہندوستان مین

بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کی آرایش اور تزئین کے لئے سلطان المعظم نے جیب خاص سے مناسب رقم منظور فرمائی۔

جامع ازہر کی اصلاح کے متعلق المویدکی بار بار یاد دہانی سے بالآخر خدیو مکرم نے اسطرف توجہ مبذول کی ہے اور یہ کام ایک کمیٹی کے سپرد فرمایا ہے

پچھلے دنون جدہ مین ایک عظیم الشان آتشزدگی سے بازار کی کئی دوکانین جل گئین قریباً ۲ لاکھہ کا نقصان ہوا۔

۱۳ ارد سمبر سے حجاز مین ہیضہ کے ۲۱۶۲ کیس ہو گر اور ۱۶۹۰ آدمی ہلاک ہوئے اور ۵ جنوری تک مکہ معظمہ مین ۶۷۳ اشخاص اسکی نذر ہوئے ۱۲ جنوری کو قسطنطنیہ مین بھی ۳ مہلک واردا تین ہوئین۔

نواح پشاور مین ذکاخیل افریدیون کے حال کے ڈاکہ سے دیہات کے امن وامان مین فتور آ گیا ہے۔ اور چونکہ طولانی سرحد کی حفاظت ناممکن ہے اس لئے انکی سرکوبی کے لئے دیگر انتظام کی تجویز ہے

جرمن اخبارات چاہتے ہین کہ ملا حفیظ سلطان مورا کو تسلیم کیا جائے اور مورا کو مین مزید رعاتین حاصل کرین۔

انجمن ہدایت اسلام دہلی نے ضعیف الایمان راجپوتون کے مسلمان بنانے کے لئے ایک مشن کی بنیاد ڈالی ہے۔

سلطان المعظم کے حکم سے تبوک مین ایک ابتدائی سکول جاری کیا گیا ہے اور اسکی قدیم مسجد کی مرمت کا بھی حکم دیا گیا ہے

حوادث

اتوار گذشتہ کو قریب نو بجے سہ پہر کو یعنی ۳ بجکر ۵ منٹ پر ٹرکو مین ایک سخت زلزلہ آیا تمام مکانات بید کیطرح لرز گئے سخت گھبراہٹ طاری تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد ایک اور زلزلہ محسوس ہوا تھا۔ لیکن وہ مقابلتہً ہلکا تھا۔ اس زلزلہ سے شہر کے ریلوے سٹیشن کی عمارت مسمار ہو گئی۔ اور بھی نقصان ممکن ہے کہ ہوا ہو جسکی خبر نہین اسی موقع پر آسمان سے ایک روشن **تارا ٹوٹتا** ہوا دیکھا گیا جو بڑی بھاری آواز سے پھٹا اور اسکی آواز کئی میل تک۔

سنا ئی دی۔

کرنسی آفس رنگون کی چھت ۹ ماہ حال کو دفعتہً بیٹھ گئی شکر ہے کسی جان کا نقصان نہین ہوا۔

جبلپور اور آلہ آباد کے درمیان گذشتہ سے پیوستہ بدھ کو مالگاڑی مین آگ لگ جانے کی وجہ سے پولو کے ۶ ٹٹو جل گئے

گذشتہ دو ہفتہ سے مدراس مین بوجہ شدت سرما کثرت سے بچے ہلاک ہو رہے ہین۔

اتوار گذشتہ کے قریب ۶ بجے صبح کو سٹیشن ہائے کانتی و مظفر پور کے درمیان ایک اور حادثہ تصادم ریلوے کا ہوا۔ مالگاڑی اور مسافر گاڑی کی ٹکر تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ بجز ایک دیسی فائرمین کے اور کسی جان کا نقصان نہین ہوا۔

ایسا ہی موگرہ ہاٹ کے متصل ایک حادثہ ہوا ہے۔ یہان انجن بریکوان اور تین گاڑیان درجہ سوم کے مسافرون کی پٹڑی سے کھسک گئین۔ ایک دیسی فائرمین ہلاک ہوا۔ اور چار مسافران درجہ سوم ایسے مجروح ہوئے تھے۔ کہ ایک مسافر جانبر نہ ہوسکا

عام خبرین

ہندوستانی تجارت کے متعلق جاپان اور جرمنی کی دو مشہور جہاز ران کمپنیون کے مابین عہد نامہ ہوا ہے۔

ولیعہد جاپان کی علالت کیوجہ سے یورپ سے ایک مشہور ڈاکٹر ٹوکیو مین طلب کیا گیا ہے

چین کے علاقہ ورشنگ سے پھر فتنہ و فساد کی خبر موصول ہوئی ہے۔ مفسدون نے ایک مقام کے عیسائی گرجا اور سکول کو جلا ڈالا

شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اس تحقیقات کا اعلان کیا ہے۔ کہ بچون کو دس سال کی عمر تک بالکل برہنہ رکھنا ان کے لئے نہایت مفید ہے۔ چنانچہ اس کے بعض ہم خیال اشخاص نے ۳½ لاکھہ ڈالر کے سرمایہ سے اس تحقیقات کو عملی صورت مین لانے کی تجویز کی ہے۔

چین مین ۳۵ جنگی کالج یورپ کی طرز کے قایم کئے گئے ہین۔ نیز یورپ کے کارخانہ مین دو عظیم الشان جنگی جہاز اور جاپان کے کارخانہ مین ۱۳ جنگی کشتیان چین کے لئے تیار ہو رہی ہین

امریکہ کے ماہر علم برق مسٹر ٹیلا نے آبشار نیاگرا کے ذریعہ ۸۰ لاکھہ گھوڑون کی برقی طاقت پیدا کر کے ستارہ مشتری کو بے تار خبر رسانی کا پیغام بھیجنے کی تجویز کی ہے

ہندوستان کی ریلون کے جس قرضہ کا اعلان کیا گیا تھا اس کے لئے لنڈن مین چار پانچ گنی درخواستین وصول ہوئی ہین۔

جنگ کریمیہ اور غدر کے پس ماندہ بہادران کا امدادی فنڈ سات آٹھہ ہزار تک پہنچ گیا ہے۔

افواہ ہے کہ حضور وایسرائے اپنی صاحبزادی کی شادی مین شریک ہونے کے لئے چند ہفتون کے واسطے ولایت تشریف لے جائین گے اور ان کی عدم موجودگی مین غالباً مسٹر ہابہاوس پریسیڈنٹ وکیشن تعلیم اختیارات ان کی جگہ کام کرین گے۔

وی۔ پی۔ پے ایبل

پوسٹ کے طریقہ کو ہندوستان اور انگلستان کے مابین رواج دینے کی تجویز گورنمنٹ کے زیر غور ہے۔ مگر اندیشہ ہے۔ کہ ہندوستان کے ایوا نہائے تجارت اسکی مخالفت کرین گے۔

گذشتہ ہفتہ کے اندر قحط کی امداد حاصل کرنے والون کی تعداد بڑھکر ۲ لاکھہ ۲۳ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ جن مین سے نصف لاکھہ کے قریب دیسی ریاستون مین تھے۔

ڈومیسٹک

۱۷ جنوری ۱۹۰۸ء کو جمعۃ المبارک کے روز ۶ بجے صبح کو میرے مکرم بھائی مرزا خدا بخش صاحب کے ہان لڑکا پیدا ہوا۔ مرزا صاحب ظاہر کرتے ہین۔ کہ خدا تعالےٰ نے اسکی پیدایش سے پہلے ان کو بشارت دی تھی۔ اللہ تعالےٰ اس بچے کی عمر خدمت دین مین دراز کرے اور والدین کے لئے قرۃ العین ہو۔ آمین

سر لوئیس ڈین صاحب جدید لفٹنٹ گورنر پنجاب

آخرکار سر لوئیس ولیم ڈین صاحب سی ایس۔ آئی۔ کے سی۔ آئی ای۔ نامور سیکرٹری نظارت خارجہ گورنمنٹ ہند جناب سر ڈینزیل ابٹسن بہادر کی جانشینی کے اہل و مستحق قرار پائے۔ اور آپ کی نسبت ۲۲ ماہ رواں سے لفٹنٹ گورنر پنجاب کے جلیل القدر منصب پر مامور ہونے کی منظوری پیشگاہ حضور ملک معظم سے صادر ہو گئی۔ سر ڈین ممدوح پنجاب کے ایک طویل الخدمت نامور رسولین ہین اور اپنے ۱۸۷۶ء مین ہندوستان تشریف لانے کے وقت سے لیکر ۱۸۹۸ء تک برابر اسی صوبہ مین مختلف عہدون پر کام کر چکے ہین۔ اس تعلق کے دوران مین آپ کو ایک مرتبہ (اکتوبر ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۲ء تک) سر رابرٹ ایجرٹن کے پرائیویٹ سیکرٹری اور دوبارہ (۱۸۹۸ء مین) چیف سکرٹری پنجاب گورنمنٹ کی حیثیت سے صوبہ ہذا کی لفٹنٹ گورنری کے فرائض سے بھی گہری واقفیت ہو چکی ہے آپ دار الصدر پنجاب مین خاص ڈیوٹی پر تعنیات رہے ہین۔ اور رجسٹراری چیف کورٹ۔ افسری بندوبست گورداسپور۔ ڈپٹی کمشنری پشاور کے عہدون پر ماموری حاصل فرما چکے ہین۔ موسم بہار ۱۹۰۱ء مین آپ اپنی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر گورنمنٹ آف انڈیا کے فارین سکرٹری بنائے گئے اور اس منصب سے ۱۹۰۵ء مین کابل مشن لے کر گئے۔

آتشزدگی۔ نوشکی کا دفتر تحصیل ۹ ماہ رواں کو جل کر خاک سیاہ ہو گیا اس کے ساتھہ ہی تمام کاغذات جل گئے۔

ہم نے جناب مسیح موعود علیہ السلام کو کیا دیکھکر قبول کیا

گذشتہ اشاعت سے آگے

ان ہر دو مذاہب کا ذکر کر کے جو تمثیلاً درمیان مین قابل ذکر آ گئے تھے۔ ہم صرف اپنی اُس حالت کو اُس پُرانے اسلام کی صورت مین پیش کرتے ہین۔ جو کہ ہم خدا کے راستباز مسیح موعود علیہ السلام کے قبول کرنے سے پہلے رکھتے تھے۔ اور اس کے ضمن مین وہ تمام باتین یا خیالات آجاوینگے۔ جو یہ پُرانے مسلمان رکھتے ہین۔ ہمارے منشاء چونکہ نہ تو کسی سے بحث کرنے کی ہی! ورنہ ہم فی الحال مباحثہ کو پسند کرنا قرین مصلحت خیال کرتے ہین۔ اس لئے ہم صرف اپنی ہی پچھلی حالت کا ذکر کرتے ہین۔ کسی خاص شخص کی حالت یا عقیدے کے ذکر سے کیا مطلب ہان اگر کوئی ان خیالات مین بتلا ہی۔ تو وہ اپنی حالت کا اچھی طرح مطالعہ کر کے اگر پیارے اور سچے اور زندہ مذہب اسلام کا خواہان ہے تو ضرور اس طرف دوڑیگا۔ جو ہم نے مرزا صاحب کے ذریعہ پایا ہے۔ یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ میرزا صاحب کوئی نیا اسلام لیکر نہین آئے ہین۔ ہی تو وہی اسلام جو نبی کریم صلعم ذریعہ کامل کیا گیا ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے۔ کہ مرور زمانے سے جہان شرک و بدعت مین اہل دنیا بتلاء ہو گئے تھے وہان پیارے اور سچے اسلام کے پیارے اور چمکتے ہوئے چہرہ پر بھی گرد و غبار نے ڈیرے جمائے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہم ان پرانے مسلمانون کے زمرے مین تھے۔ جو اب ہم کو مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے سے گمراہ خیال کرتے ہین تو ہمارے ایسے حالت ہونی ضروری اور یقینی بات ہے۔ جو کہ ان لوگون کی ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ کبھی ایسا موقع ہمارے اس گذشتہ لایف مین ہم کو پیش نہین آیا۔ یعنی ہم اس ہی اعلیٰ درجہ پر محروم رہے ہین۔ کہ کبھی ہم نے مرزا صاحب قبلہ کی نسبت کوئی بُرا کلمہ استعمال کیا ہو اور یہ ایک بڑا بھارا خدا تعالیٰ کا ہم پر فضل رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ مگر اس کے علاوہ اور جس قدر خیالات ان لوگون کے دماغون مین سمائے ہوئے ہین وہ ہمارے دماغ مین بھی سمائے ہوئے تھے۔ ہماری آنکھین ہمیشہ آسمان پر لگی رہا کرتی ہین۔ اور کبھی بھی یہ خیال دماغ سے دور نہین ہوتا تھا۔ کہ عیسیٰ مسیح آسمان سے اوترینگے! اور یون اور ڈون کرینگے۔ اور دین اسلام کو یون اطراف عالم مین مہدی کے ساتھ ملکر بزور شمشیر پھیلا دینگے۔ وہ سُورون کو قتل کرینگے اور گرجاؤن کی صلیبون کو توڑینگے۔ غرضکہ نصاریٰ کے علاوہ ہندوؤن یہودیون وغیرہ سب کا ناک مین دم کر دینگے یعنی ان کے وقت مین صرف دو باتین ہونگی۔ یا تو قبول اسلام اور یا سرتن سے جدا۔ مگر انصاف پسند دل لیکر جب کبھی اس امر غور کیا کرتے تھے تو ان عقاید سے ہم کو شرمندگی سی محسوس ہوتی تھی۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو ایسی حالت مین ہم شرم کے مارے پانی پانی ہو جاتے تھے۔ اور دل ہی دل مین کہا کرتے تھے۔ کہ یا اللہ! یہ کیا بات ہے؟ کیا یہ کوئی معتما ہے۔ یا چستان ہے یا پہیلی ہے یا کیا ہے؟ عقل سلیم ایسی بات کو قبول کرنے سے رو کتی اور انصاف پسند دل ایسی بات کو قبول کرنے سے مانع ہے پھر کیا کرین بزرگون کی زبانی سُنا ہے۔ مولویون نے اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ ایسا ضرور ہو گا۔ اب ہماری کیا مجال جو اسپر نکتہ چینی کرین۔ کیونکہ وہ کچے بزدل ہین اور مولوی صاحبان ہمارے دین کے اعلیٰ پیشوا ہین۔ مان باپ سے سُنا ہے اور انہون نے اپنے بزرگون سے ایسا ہی سُنا اور یقین کیا ہے۔ کس کروٹ اونٹ کو بیٹھلا دین۔ بات بن نہین پڑتی۔ دل ہے تو عجیب کشمکش مین پڑ گیا ہے۔ عقل حیران ہی یعنی سمجھ مین ہی یہ بات نہین آتی کہ دو آدمیون کے ذریعہ جو مہدی اور مسیح کہلاوینگے۔ کیونکر امن چین سے بیٹھے بیٹھائے مخلوق ہلاکت کے گڑہے مین دھکیل دئے جاوینگے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ واللہ لا یحب الفساد پھر کیونکر ایسی مخلوق جو گورنمنٹ برطانیہ جیسی پُرامن سلطنت کے پرچم کے نیچے آرام و سکھ سے زندگی بسر کر رہی ہے دکھ اور تکلیف کا نشکار بنا کر اسی ہندوستان جنت نشان کو جہنم کی امان بنا دیا جاویگا۔ اس کے متعلق کسی مولوی ملان سے کوئی سوال کرنا یا اپنی تسلی و تشفی کرنے کے لئے بہ سبب اس کے کہ چند صاحبون نے دریافت کر کے کافر کا تمغہ حاصل کیا تھا اس لئے ڈرتے تھے۔ کہ ہمارے خیال مین ابھی تک یہی بات جمی تھی کہ مولوی صاحب نے کافر کا بنایا اور انسان اسلام سے گیا گذرا ہو گیا۔ ہمکو یہ خبر نہ تھی۔ کہ دراصل ایسی ہستی بھی موجود ہی کہ سارے جہان کے کافر بنانے سے بھی اوس کے نزدیک اسکی اور اسکے پیارے برگزیدہ رسول محمد صلعم کی سچی پیروی کرنے سے انسان نہ تو کافر بنتا ہے اور نہ ضال مضل اور خارج از اسلام بلکہ ایسے وقت مین وہ پاک ذات ایسے مبارک وجود کو جو اس کے عشق مین کھویا گیا ہے اور جسکو اس کے پیارے رسول صلعم کی کامل پیروی نے خدا سے ملا دیا ہو یہ آواز آتی ہی کہ قل انی امرت وانا اول المسلمین مگر ہماری دنیا کے شیدائے علم خشک کے عالم کو یہ وجود کافر ہی نظر آیا کرتے ہین جس کی وجہ صرف صرف یہ ہے کہ ؎

چو چشم حق شناس و نور عرفانش نہ بخشیدند
نہادی نام کافر لاجرم عشاق ملت را

اسی لئے تو خدا کے راستباز ایسے علم کی نسبت ہمیشہ یہ کہتے آئے ہین کہ ؎

علم آن بود کہ نور فراست رفیق اوست
این علم تیرہ را بہ پشیزے نے خرم

یہی وجہ ہے کہ اپنے دل کے خیالات کو دل ہی دل مین جگر دیکر رہ جایا کرتے تھے۔ اور ہرگز ہرگز حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ کسی مولوی صاحب کے دماغ کو اس عقدۂ لاینحل کے حل کرنے کی تکلیف دین کہ جس صورت مین قرآن فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ جس صورت مین قرآن شریف فرماتا ہے کہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ۔ تو پھر تمام یہود و نصاریٰ و ہندو کس طرح بجبر مسلمان کئے جاوینگے اور کس طرح ان تمام قومون کا خاتمہ ہو جاویگا اور صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آوینگے۔ مگر بودے ایمان کے جانے سے ڈرتے تھے۔ اس لئے یہ تمام خیالات کسی مولوی صاحب کے پاس عرض کر کے حل کرنا مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ ہمارا یہ بھی قابل شرم اور لایق نفرین عقیدہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نامراد مخالف پکڑنے اور ہلاک کرنے کے لئے آئے۔ تو خداوند کریم نے آپ کو ایسی غار مین جانے کا حکم دیا۔ کہ جس مین سانپ تھے جس مین سے بلا آخر ایک نے حضرت ابوبکر علیہ السلام کو کاٹا بھی تھا۔ مگر حضرت عیسیٰ کی نسبت نہ صرف عقیدہ ہی تھا۔ بلکہ بڑے فخر سے بیان کیا کرتے تھے کہ جب یہودی ان کو پکڑنے اور مارنے کی خاطر آئے تو خدا تعالیٰ نے فوراً فرشتون کے ذریعے ان کو آسمان پر اوٹھا لیا۔ مگر عقل کے ایسے اندھے تھے۔ کہ باوجود فضیلت حضرت عیسیٰ کے اپنے مُنہ سے ثابت کرنے کے پھر کنواری مریم کے پوت کو افضل الانبیاء قبول کرنے سے محروم تھے۔ حالانکہ خود ہی فضیلت بیان کرتے تھے۔ مگر پھر بھی ایک ایسی بات سے جسکی بنیاد خود ہی مستحکم کرتے تھے۔ قبول کرنے سے کوسون دور تھے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ کسی پادری صاحب سے اس امر پر کبھی کچھ سننے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ورنہ ضرور کچھ نہ کچھ سوجھ جاتی۔ انجیل پڑھکر ہمارا عیسائی مذہب کو فضیلت دینا تو قریباً ناممکن تھا محض اس لئے کہ ہمارے نزدیک حسب ہدایات مولوی صاحبان اس کو ہاتھ لگانا بھی کفر مین داخل تھا چہ جائے کہ پڑھنا مگر ہان فضیلت کا یہ معاملہ تو ضرور ہم کو اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانے والا معاملہ کر کے ہی چھوڑتا تعجب کہ ہم ایسے نامعقولیت پسند ہو گئے تھے کہ باوجود ایسے موٹی بات فضیلت کی تسلیم کرنے کے پھر بھی عقل سلیم سے کام نہین لیتے تھے اور یون ہی دیوانون کی بڑ کی طرح خواہ مخواہ ایسی فضیلت کی تعریف کیا کرتے تھے۔ جو کہ بالکل مضحکہ خیز فضیلت ہی۔ اور یہ بالکل موٹی سی بات ہی۔ کہ اگر ہمارے پاس دو مہمان آوین۔ ان مین سے ایک کو ہم کرسی پر بیٹھاوین دوسرے کو زمین پر تو دستور کے مطابق زمین پر بیٹھلانے والے کی کچھ قدر نہین کی۔ پس ایسی ہی جس کے لئے ہم یہ بات مانتے ہین۔ کہ جب اسکو دشمنون نے گھیرا تھا۔ اور وے چاہتے ہین۔ کہ اس کو مار ڈالین۔ تو اس کو خداوند کریم کا ایسے غار مین جانے کا حکم کرنا جو سانپون والی ہو۔ مگر اس کے

بالمقابل ایک جاہ طلب شخص کو ایسی ہی موقع پر آسمان پر چڑھا لینا ضرور اول الذکر سے آخر الذکر کو اعلیٰ درجہ کا قدر و منزلت میں ثابت کرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے عقل پر ایسے پتھر پڑ گئے تھے اور ہم خواہ نخواہ بات کا بتنگڑ بنا کر اپنے پیارے رسول صلعم کی توہین کے روادار تھے اور آپ سے آپ کے غیر کو ایسی فضیلت دیتے تھے کہ جو ایک تو امر غیر واقع ہے اور دوسرے خدا کے مقرر کردہ قانون کے خلاف تیسرے آنحضرت صلعم کی توہین کا صریح موجب ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں یہ بات ہرگز ہرگز نہ آتی تھی۔ قربان جائیں اس مبارک وجود کے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ ہر ایک انبیاء سے فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کی فضیلت کا راز ہم کو اس نے سمجھایا اور بتلایا کہ وہ جو سارے جہان کے لئے رحمت ہو کر آوے اور تمام بندوں کی طرف اس کی رسالت کی منادی ہو۔ اس کا ایک غار میں بچا لینا جب خداوند کریم کے نزدیک سہل سا امر ہے جس کو تجربہ نے ثابت کر دیا تو پھر کیوں ایسی بات مانی جاوے جس سے نعوذ باللہ یہ ترشح ہوتا ہو۔ کہ گویا خداوند ضربت علیہم الذلۃ کے مصداق یہودیوں سے ایسا ڈرا کہ آسمان سے ورے حضرت عیسیٰ کو رکھنا ہی موجب تسلی اس کی نزدیک نہ ہو سکا۔ اس عقیدہ میں نہ صرف قرآن کا نظام ٹوٹتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا بیان کیا ہوا قانون کہ انسان کے لئے زمین جائے قرار ہے زندگی کے ایام پورے اس زمین پہ کریگا۔ اور یہیں مریگا۔ کیونکہ اس سے پیدا ہوا ہے وغیرہ کا ابطال لازم آتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی سخت سے سخت توہین لازم آتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسی قدرت والی ذات ہے۔ کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے وقت ایسی بڑی جرار فوج رکھنے والے کو موسیٰ ع اور ان کے گروہ کے سامنے ہلاک کر دیا۔ اور موسیٰ کو بال بال معہ ان کے ساتھیوں کے بچا لیا۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جس غار میں آنحضرت صلعم موجود تھے۔ باوجودیکہ کفار کے وہاں تک پہنچ جانے کے مخالفین کا کچھ حملہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر نہ چل سکا۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ امرتسر جیسے شہر میں خدا کے برگزیدہ مسیح موعود ع پر باوجود سخت سے سخت پتھراؤ کے آپ کا بال بیکا نہ ہو سکا۔ تو ہمارا دل اس بات کو شرح صدر سے تسلیم کر لیتا ہے کہ صلیب پر لٹکنے اور ہاتھوں پیروں میں کیلیں ٹھوکے جانے کے بعد بھی خدا تعالےٰ کا حضرت عیسیٰ کو بچا لینا خدا کی قدرت اور طاقت کو ثابت کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ ورنہ ہرگز ہرگز اس پیچ میں نہ پڑتے دیکھو! حضرت عیسیٰ ع کے مخالفوں کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین یعنی حضرت عیسیٰ کو تو انہوں نے ایک خاص تدبیر کے ذریعہ ہلاک کرنا چاہتا تھا جس کے بالمقابل یہ ضروری امر تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے راستباز بندے کو خاص تدبیر کے ذریعہ بچا لیتا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ پر سلطنت کی بغاوت کا الزام لگا کر ان کو صلیب پر لٹکوا دیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی تدبیر کی دال نہیں گلنے دی۔ اور بالمقابل ایسی تدبیر کر دی کہ حضرت عیسیٰ ع بال بال بچ گئے! اصل غرض تو صلیبی موت سے بچانا تھا۔ جس کا نتیجہ لعنتی موت تھی۔ جو کہ ایک برگزیدہ کو راندۂ درگاہ رب العالمین ثابت کرنی کی دلیل تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے وہ تدبیر ان کی چلنے ہی نہ دی۔ کہ جس سے ایک برگزیدہ راندہ درگاہ ثابت ہو۔ پس اس موٹی سی بات کو کسی نے کسی ڈھانچے میں ڈھالا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ غور سے کوئی کام نہیں لیتا۔ یہودیوں پر تو افسوس نہیں۔ کیونکہ وہ تو ان کے سیاہ دشمن تھے۔ افسوس ہے تو عیسائیوں پر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ ع کو بڑھایا تو یہاں تک بڑھایا کہ خدا اور خدا کا بچہ بنا مارا۔ اور گھٹایا تو یہاں تک نوبت پہنچا دی۔ کہ ملعون بنا دیا۔ توبہ! توبہ!! معاذ اللہ!!! یہ کیا مخول بازی ہے۔ کہ ایک آدمی خدا کا برگزیدہ ہو۔ تو یہاں تک اسکی نوبت پہنچے کہ وہ خدا اور خدا کے بچے تک کے مرتبے تک پہنچ جاوے اور گھٹے تو ایسے اسکی حالت ہو جائے۔ کہ شیطان کا بھائی بند ہو جاوے۔ ہماری سمجھ میں تو یہ بات آتی ہی نہیں۔ کہ ایسا برگزیدہ جو خدا اور خدا کے بچے تک پہنچنے کے لایق ہو گیا تھا کیسے شیطان کا ساتھی بن سکتا ہے؟ یہ باتیں خود غرضی سے گھڑی گئی ہیں۔ اور اباحت پھیلانے کے لئے ورنہ دراصل نہ تو جناب عیسیٰ ع علیہ السلام صلیب کے ذریعہ فوت ہوئے اور نہ کسی کے لئے کفارہ ہوئے ہاں نامرد یہودیوں نے ایک تدبیر سے آپ کو ہلاک کرنا ضرور چاہا تھا! اور صلیب پر ٹانگ بھی دیا تھا۔ مگر رحمت خداوندی نے آپ کی برگزیدگی پر حرف نہیں آنے دیا۔ اور یہ ایک خاص خدا کا فضل تھا۔ جو آپ کے شامل حال ہوا۔ اگرچہ آپ کے دشمنوں نے آپ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا جس کے ذریعے کچھ عرصہ مرہم پٹی استعمال کرنے کا ناگوار بوجھ آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ مگر ہمارے سید و مولا صلعم پر آپ کے کسی دشمن کو ایسا موقعہ ہی ایسی حالت میں نہیں ملا بلکہ اس حملہ میں جو جان لینے کے لئے انکا سب سے بڑھ کر حملہ تھا۔ وہ پورے خائب و خاسر ہوئے۔ اور آپکی پلک بال کو بھی نقصان نہ دے سکے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو آنحضرت صلعم کی اعلیٰ درجہ کی فضیلت حضرت عیسیٰ ع پر ثابت کرتی ہے۔ مگر کس سے کہیں اور کیسے سمجھاویں۔ اور کیسے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالیں کہ آنحضرت صلعم ہر ایک صورت میں حضرت عیسیٰ ع سے فضیلت رکھتے ہیں۔ تا کہ ان کے گوش ہوش کھلیں۔ اور غور کریں۔ مگر خودی کا نامراد مرض کچھ نہیں کرنے دیتا۔ کبر کا ستیاناس ہو۔ یہ نامراد کچھ کرنے نہیں دیتا ورنہ بات تو بالکل صاف ہے۔ کوئی پیچ دار بات نہیں۔ خدا کے دونوں برگزیدہ نبی ہیں۔ یہ بات بے شک ہے۔ کہ ایک رسولاً الی بنی اسرائیل کا مصداق ہے۔ اور دوسرا انی رسول اللہ علیکم جمیعا کا دعوے دار ہے اور کافۃ للناس کا مصداق ہے۔ دونوں پر دو زمانے ایسے آئے ہیں کہ انہیں کو تازگی بخشیں وہ مردہ دلوں کو زندہ کریں اور دلوں کے اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشیں۔ آخر یہ دونوں تدبیریں عمل میں لائی گئیں۔ یعنی دنیاداروں اور زمین والوں کی اور القادر وفعال لما یرید رب العالمین کی جسکا نتیجہ ایک کے حق میں یعنی اول الذکر کے حق میں تو یہ ہوا کہ وہ اپنے دشمنوں سے کسیقدر چشم زخم کھا کر ان کے اس حملہ سے بچایا گیا۔ جو اس کے برگزیدگی کو تباہ کرنے والا تھا۔ مگر آخر الذکر بال بال بچایا گیا۔ اور دشمن کی کوئی تدبیر اسکو نقصان نہ دے سکی۔ دراصل یہ اعلیٰ معرفت الہی کا راز بھی تھا۔ اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے بھی تھا۔ وجہ یہ کہ جب حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھوکی گئیں۔ اور بظاہر تمام صورتیں ناامیدی کی نظر آئیں۔ تو آخر چلا اٹھے کہ ایلی ایلی لما سبقتنی مگر وہ بہادر دل اور سچ مچ اسد اللہ الغالب دشمنوں کی پنڈلیاں غار میں سے ملاحظہ کر کے اپنے رفیق کو کیسا اعلیٰ درجہ کا پر تاثیر اور متانت سے جواب دیتا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ پس یہ فرق تھا ان ہر دو کی معرفت کا۔ ہائے افسوس ہمارے پیارے رسول صلعم کی کچھ قدر نہیں کی گئی! اور آپ کی اعلیٰ معرفت کی طرف ذرہ بھی دھیان نہیں کیا گیا۔ ورنہ بات بالکل صاف تھی۔ اور یہ ایک ایسی خدائی گواہی ہے کہ بعد اس کے کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر ہم ایسے عقل کے اندھے ہو گئے تھے۔ کہ ان باتوں کی طرف کبھی خیال نہ کرتے تھے! اور خواہ نخواہ ایسا عقیدہ رکھتے تھے جس سے آنحضرت صلعم کی نسبت زبانیں ڈینگوں میں ہم ہرگز کم نہ تھے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو اس فن میں ید طولےٰ رکھتے تھے زبانی آنحضرت صلعم کو سب انبیاء سے افضل مانتے تھے نہ کبھی ہم نے انکار کیا اور نہ اس پہلو کو بیان کرنے سے چوکے مگر فضیلت کا راز سمجھنے سے کوسوں دور تھے۔ یہ تو ہم مانتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ آ کر ہمارے نبی کریم صلعم کی امت میں داخل ہونگے اور آپ کی پیروی کرینگے۔ وہ انجیل کو اور توراۃ کو جو سبقاً سبقاً انہوں نے یہودیوں سے پڑھی تھی بھول جاوینگے۔ قرآن کے عالم بنینگے۔ امت محمدیہ صلعم کی اصلاح کرینگے۔ دوسری قوموں کو بالجبر والاکراہ مسلمان کرینگے۔ مگر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح آوینگے۔ تو کیونکر آوینگے۔ وجہ یہ کہ ایک طرف تو ہمارا اعتقاد تھا۔ کہ نبوت کے دروازہ میں قفل فولادی لگ گیا ہے اور بموجب حدیث لانبی بعدی اور قرآنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے کوئی نبی نہیں آویگا وحی والہام کا دروازہ بند ہے۔ کتاب کوئی نہیں آنی ہے مگر یہ خیال نہیں آتا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ ع باوجود ایسی بندش کے